Negotiations 5:1 (Jun. 2025) pp. 146-154 ISSN: 2789-293X

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں مثالیت و حقیقت

Idealism and Realism in the Short Stories of Ahmad Nadeem Qasmi

Dr. Abdul Sattar Bhatti
Punjab Education Department, (School Wing)
abdulsattar229786@gmail.com

KEYWORDS

Progressive Literary Figure
Humanistic Writer
Rural Realism
Moral Idealism
Socially Conscious Fiction
Life Poverty
Gandasa
Harmoniously
Imaginative

DATES

Received	**02-05-2025**
Accepted	**10-06-2025**
Published	**30-06-2025**

QR CODE

ABSTRACT

Ahmad Nadeem Qasmi is a prominent figure in Urdu short story writing, known for his profound portrayal of rural life and its socio-economic challenges. Often referred to as the second Premchand, Qasmi blends idealism and realism harmoniously in his fiction. His stories frequently depict ideal characters rooted in moral and social values like honesty, sacrifice, and human dignity, aiming to cultivate a just and ideal society. At the same time, he realistically presents the harsh conditions of village life—poverty, exploitation, class divisions, and social injustices. His works such as "Sona ka Haar," "Chor," "Ghareeb ka Tohfa," and "Kapas ka Phool" reflect both the dream of a better world and the bitter realities that shatter those dreams. Through characters like Baba Amro and Tajjo Mai, he presents humanistic ideals; whereas stories like "Rais Khana" and "Gandasa" expose grim realities. Deeply influenced by the Progressive Writers' Movement, Qasmi's fiction illustrates his desire to reform society through a balance of moral idealism and social realism. His unique narrative style and thematic depth position him as a writer whose art bridges the imaginative and the real.
https://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/157

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں مثالیت و حقیقت

تلخیص:

احمد ندیم قاسمی اردو ادب کے ایک معروف افسانہ نگار اور شاعر کے طور پر ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ اشکار کرتا ہے کہ ان کے افسانوں میں مثالیت اور حقیقت کا حسین امتزاج موجود ہے۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں پریم چند کی طرح مثالیت کا غلبہ انھیں پریم چند کے قریب لے جاتا ہے۔ شاید اسی لیے انھیں ثانی پریم چند کہا جاتا ہے۔ دیہات اور دیہی سماج کے مسائل کی عکاسی بھی انھیں ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے۔ پریم چند کا افسانہ ''زیور کا ڈبہ''، ''کفن'' یا ''دودھ کی قیمت'' اور قاسمی کے افسانے ''سونے کا ہار''، انتقام''، ''بے گناہ'' وہ افسانے ہیں جن میں انسانی خوابوں اور خواہشات کو ہی بیان کیا گیا ہے۔ خصوصاً کسانوں اور مزدوروں کی بدحالی اور ان کی نا تمام آرزؤں کی کہانیاں ہی قاسمی کے خاص موضوعات ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں کرداری مثالیت کا سہارا بھی لیا۔ ان کے افسانہ ''بڈھا'' کا کردار ''بابا عمرو'' ان کے افسانوی ادب کا نا قابل فراموش مثالی کردار ہے ۔ ایسے کرداروں کے ذریعے قاسمی نے مثالی رویوں کو پروان چڑھانے کی کوشش کی ہے۔ افسانہ ''غیرت مند بیٹا'' کا مرکزی کردار بیٹا بھی ایک مثالی و اخلاق و کردار کا مالک ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ رکھتا ہے۔ قاسمی کا ایک اور افسانہ ''چور'' کا کردار ''رحمان'' بھی مثالی رویوں کو اپنی ذات میں سموئے ہوئے ہے۔ جو اپنی خواہش کا گلا دبا کر ایک روپیا کی بد دیانتی نہیں کرتا اور اسے اصل مالک تک پہنچا کر ہی سکون محسوس کرتا ہے۔ الغرض قاسمی ایک مثالیت پسند اور حقیقت پسند افسانہ نگار کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

احمد ندیم قاسمی اردو افسانے کا ایک معتبر نام ہے۔ ان کے افسانوں میں دیہی معاشرت اور اس کے مسائل کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ قاسمی کو ثانی پریم چند بھی کہا جاتا ہے کیونکہ دونوں افسانہ نگار اپنے افسانوی ادب میں دیہات اور اس کے ماحول کے مصور ہیں۔ دیہی ماحول کی بھرپور عکاسی نے ہی انھیں ایک منفرد انفرادی پہچان عطا کی۔ ہر دو افسانہ نگاروں کے ہاں مثالیت و حقیقت کا حسین امتزاج قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ پریم چند کا افسانہ ''زیور کا ڈبہ'' اپنے اندر مثالیت کو سموئے ہوئے ہے۔ اسی طرح قاسمی کا افسانہ ''انتقام'' اپنے دامن میں مثالی قدروں کو محفوظ کیے ہوئے ہے۔ قاسمی کا ایک اور افسانہ '' سپنوں کے محل'' میں مثالیت پریم چند کے مثالی کرداروں کی یاد دلاتی ہے۔

اردو افسانے کے آغاز میں ہی مثالیت کا غلبہ رہا پھر ترقی پسند تحریک کے زیر اثر افسانہ حقیقت پسندی کے قریب ہوتا گیا۔ مثالیت پسندی عموماً اصلاحی، اخلاقی اور جمالیاتی اقدار کو معاشرت میں رائج کرنے کی داعی رہی ہے۔ اس کی کوشش رہی ہے کہ اردو افسانہ مثالی معاشرتی تصویر پیش کرے جہاں مثالی کرداروں کے ذریعے صداقت، اچھائی، دیانتداری یعنی مثالی قدروں کو فروغ دیا جائے تاکہ سماج کو مثالی بنایا جاسکے۔ ایسے افسانے جن میں مثالیت پسندی کا غلبہ ہو ان میں انسانیت، حمیت، قربانی، رواداری کے گیت

گائے جاتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے بھی اپنے افسانوں میں انھیں مثالی اقدار و روایات کی کہانیاں سنائی ہیں۔ خاص طور پر دیہات کے وہ مثالی کردار جن کے سبب دیہی معاشرت کا حسن قائم ہے۔ ان کی حیات اور مسائل ان کا مرکزی موضوع رہے ہیں۔ یہ مثالی کردار اپنی ذات میں ان مثالی صفات کو لیے ہوئے ہیں جن کا فروغ ہر انسانی معاشرہ چاہتا ہے۔ سماج اور خصوصاً دیہی سماج کو کس طرح عظیم اور مثالی بنایا جا سکتا ہے۔ قاسمی کے افسانوں کا مرکزی موضوع رہا ہے۔ قاسمی کے دل میں بھی ایک مثالی دنیا کی تخلیق کی خواہش انھیں بے چین رکھتی ہے۔ قاسمی ترقی پسند تحریک سے بھی جذباتی وابستگی رکھتے تھے۔ اس لیے وہ عام ترقی پسندوں کی طرح سماج کو اپنے تصورات کے مطابق تشکیل دینے کے تمنائی تھے۔ انسانی بے قدری اور مثالی اقدار کی تنزلی بھی ان کے افسانوں کے خاص موضوعات رہے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوی سفر کا آغاز مجموعہ "چوپال" سے ہوا۔ اس مجموعہ کے اکثر افسانے پنجاب کے دیہات، یہاں کے کسان اور ان کے مسائل کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ قاسمی کی ایک اور خاص پہچان کہ ان کے اکثر افسانوں کے آغاز میں ایک یا دو شعر انھیں شاعری کے قریب بھی لے جاتے ہیں جیسے افسانہ "بے گناہ" کے آغاز میں علامہ اقبال کے دو شعر، "وہ جا چکی تھی" سے پہلے اصغر گونڈوی کا شعر اور "انتقام" سے پہلے مرزا غالب کا شعر تحریر شدہ ہے۔

احمد ندیم قاسمی ایک وسیع المطالعہ انسان تھے۔ ان کے افسانوں میں خواب اور شکستِ خواب کا تذکرہ بہت زیادہ ہے اس کے ساتھ ان کی نظر معاشرہ اور اس میں ہونے والے تغیرات پر بھی بہت گہری ہے۔ اس طرح وہ پریم چند کی مانند مثالیت سے حقیقت کی طرف گامزن دکھائی دیتے ہیں۔ افسانہ "توبہ میری"، "کھیل" پریم چند کے افسانوں "کفن"، "دودھ کی قیمت" کی مانند مثالیت اور حقیقت کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانے "غریب کا تحفہ" میں ایک غریب لڑکی کے خوابوں اور آرزوؤں کو موضوع بنایا ہے۔ انسان کے یہی خواب آئیڈیلزم میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور مثالیت پسند انسان کو اپنی گرفت میں لیے رہتے ہیں۔ افسانہ "نشیب و فراز" بھی ایک نوجوان مثالیت پسند شخصیت کی کہانی ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار سعید بھی خواب دیکھتا ہے مگر جب اس کے خوابوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو وہ زندگی سے مایوس ہو کر فراریت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ افسانہ "خربوزے" بھی بچوں کے خوابوں کی کہانی ہی ہے کہ مفلسی کتنی بھیانک ہوتی ہے کہ انسان اپنے خواب پورے کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی ترقی پسند تحریک کے بھی متحرک رکن رہے۔ ایک ترقی پسند، انسان دوست فن کار کی مثالیت سماج میں خون خرابے کے بغیر تبدیلی کو دیکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ قاسمی کا افسانہ "مشورہ" بھی اسی صورت حال کا عکاس ہے۔ اس افسانے میں قاسمی کی مثالیت پسند سوچ کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ احمد ندیم قاسمی ایک اچھے افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم شاعر بھی تھے۔

حقیقت پسند افسانہ نگار اپنے افسانوں میں زیست کی تصویر یں بھی اُسی طرح پیش کرتا ہے جیسے حقیقت میں وہ ہوتی ہیں۔ قاسمی کی یہ خوبی ہے کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں دیہی ماحول کی حقیقت پسند عکاسی کی ہے۔کسان کن مسائل کا شکار ہیں،زمیندار کس طرح مزدور اور کسان کا خون چوس رہا ہے۔ دیہات میں ناانصافی، ظلم و بربریت ان کے خاص موضوعات رہے ہیں۔ غربت، نچلے طبقے اور سماج کے پسے ہوئے طبقات کو باریک بینی سے بیان کیا گیا ہے۔ افسانہ ''سونے کا ہار'' ایک ایسے غریب کسان کی کہانی ہے جو شادی پر اپنی بیٹی کو سونے کا ہار دینے کا خواہش مند ہے۔ذیلدار اس کی زمین کم قیمت پر خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے۔وہ ذیلدار کو انکار کر کے چودھری کے پاس اس غرض سے جاتا ہے کہ وہ اس کی زمین کی زیادہ قیمت دے گا لیکن وہاں بھی چودھری اس کو لوٹنے کے چکر میں ہے:

> ''چودھری نے زمین کی آدھی قیمت بتائی۔ احمد علی نے اعتراض کیا تو وہ بولا تو پھر کہیں اور بیچ ڈالو، میری طرف سے تمھیں آزادی ہے۔ ذیلدار کے ہاں بیچ دو''(1)

اردو افسانے میں دیہات نگاری کا بیانیہ آغاز سے ہی موجود رہا ہے۔ پریم چند نے بھی اپنے اکثر افسانوں میں دیہی معاشرت کے حوالے سے حقیقت پسندی اور مثالیت پسندی کا ہی سہارا لیا۔ قاسمی کے افسانوں میں دیہات اپنی آن بان کے ساتھ سانس لیتا محسوس ہوتا ہے۔ قاسمی بھی ایک ترقی پسند فنکار کی طرح ظلم و بربریت کے اس ماحول کو منصفانہ سماج میں تبدیل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ دیہات کے دلفریب مناظر مگر ناانصافی، ظلم، زیادتی پوری صداقت کے ساتھ ان کے فن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے افسانے ''سناٹا'' اور ''گنڈاسا'' اسی معاشرے کے عکاس ہیں۔ ''گنڈاسا'' کی چند سطریں اسی دعویٰ کی دلیل ہیں:

> ''مولا نے گردن کو بڑے زور سے جھٹکا دے کر رنگے کی چوپال کی طرف دیکھا۔ رنگا اور اس کے بیٹے لٹھوں پر گنڈاسے چڑھائے چوپال پر تنے کھڑے تھے۔ رنگا کا بڑا لڑکا بولا، آئو بیٹے آئو۔ گنڈاسے کے ایک ہی وار سے پھٹے ہوئے پیٹ میں سے انتڑیوں کا ڈھیر نہ اگلوا دوں قادر نام نہیں۔''(2)

دیہاتی ماحول میں چھوٹی سی بات پر دشمنی پالنا ایک عام سی بات ہے۔ دیہاتی سال ہا سال مقدمات لڑتے جائیداد بیچ بیچ کر لگاتے رہتے ہیں۔ ان منفی رویوں کی عکاسی بھی قاسمی کا ایک پسندیدہ موضوع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اقدار و روایات جو کسی معاشرے کی خاص پہچان ہوتی ہیں۔ اس معاشرے اور تہذیب کے ارتقاء اور ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ ان مثالی اور سماجی اقدار کا تذکرہ بھی قاسمی کے افسانوی ادب کا خاص موضوع رہا ہے۔ قاسمی نے سرمایہ دارانہ نظام کو بھی شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ نظام کس طرح غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنا رہا ہے۔ مزدور دو وقت کی روٹی کے لیے ترس رہا ہے جب کہ سرمایہ دار بغیر محنت کے لاکھوں کما رہا ہے۔ یہ طبقہ جس طرح نچلے طبقے کا استحصال کر رہا ہے۔ قاسمی نے اپنے افسانوں میں مسائل کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ افسانہ ''الحمد اللہ'' میں ایسے مسائل پر ہی قلم اٹھایا گیا ہے:

> ”نمازیوں کی تعداد بڑھنے کی بجائے گھٹ رہی تھی اور ضروریات زندگی کی قیمتیں گھٹنے کی بجائے بڑھ رہی تھیں اور پھر اولاد بڑھ رہی تھی اور اولاد کے ساتھ مولوی اُبل کے بالوں کی سفیدی بڑھ رہی تھی۔“(3)

یہ افسانہ علما کی محرومی اور بدحالی کی خوب صورت انداز سے تصویر پیش کرتا ہے۔ مفلوک الحالی اور کثرتِ اولاد کے سبب پیدا ہونے والے مسائل کو ایک حقیقت پسند انسان کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

ترقی پسند افسانے نے انھیں معاشی و معاشرتی کروٹوں کو بڑی مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ سماجی مسائل کو طبقاتی شعور کے ساتھ جوڑ کر معیاری افسانے لکھے گئے۔ ترقی پسند افسانے نے ایک طرح سے سماج کو بدلنے کی کوشش کی۔ نظام کو بدلنے کی یہ آرزو مثالیت کے ساتھ بغل گیر ہو جاتی ہے۔ معاشرتی ناہمواریوں نے جس طرح انسان کو ذہنی ناآسودگیوں اور نفسیاتی مسائل اور جذباتی عدم توازن میں مبتلا کیا سب کچھ قاسمی کے ہاں موجود ہے۔ بورژوا طبقے نے کس طرح مزدور طبقے کا استحصال کیا اور کر رہا ہے، طبقاتی تقسیم نے کس انداز سے ہمارے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور اس سے کون کون سے مسائل سماج میں جنم لے رہے ہیں قاسمی کے پسندیدہ موضوعات قرار دیے جاسکتے ہیں۔ افسانہ ”رئیس خانہ“ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ غربت کس طرح انسان کی عزتِ نفس کو پامال کرتی ہے:

> ”رات صاحب کے پاس گزارو گی؟۔۔۔ سو روپے ملیں گے، اور وہ خیال ہی خیال میں زمین کے اندر دھنسنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ سکیسر کی چوٹی پر کھڑا ہے یا جھیل کی تہہ میں بیٹھا ہے اور آسمان سے پھوار گر رہی ہے یا کنکریاں برس رہی ہیں۔“(4)

اس افسانے میں قاسمی نے سماج میں پائی جانے والی غربت کو حقیقت نگاری کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کس طرح نچلا طبقہ معاشی بدحالی سے مجبور ہو کر عزت بھی گنوا بیٹھتا ہے۔

حقیقت نگاری کے برعکس ایک مثالیت پسند فنکار اپنی سوچ، خیال کے مطابق سماج کو تشکیل دینے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ معاشرے میں ایسی اعلیٰ اقدار اور روایات کو فروغ دینا چاہتا ہے جو اس کے حسن کا سبب بنتی ہیں۔ انسان کے خواب اور آرزوئیں بھی مثالیت کا خاص موضوع ہیں۔ مثالیت پسند ادیب عموماً خارجی دنیا سے متنفر ہوتا ہے اور اسے اپنے تصورات کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے۔ قاسمی کے افسانوی ادب کا تجزیہ کیا جائے تو ”بے گناہ“ ، ”سپنوں کے محل“، ”غریب کا تحفہ“، ”بڈھا کھوسٹ“، ”چور“، ”مامتا“ اور ”انتقام“ وہ افسانے ہیں جن میں مثالیت پسند سوچ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

کرداری مثالیت میں ادیب عموماً ایسے کردار سامنے لاتا ہے جس کے اعمال میں مثالی پن پایا جاتا ہے۔ افسانہ ”بڈھا“ کا کردار بابا عمرو ایسا کردار ہے جس کی آج کے سماج میں اشد ضرورت ہے۔ یہ کردار پسندیدہ رویوں کا مالک، مثالی اخلاق رکھتا ہے۔ یہ سطریں اس دعویٰ کی بہترین دلیل قرار دی جاسکتی ہیں:

"باباعمرو نے محنت مزدوری کر کے جوانی گزار دی۔ ادھیڑ عمر میں شادی کی۔ چار مہینوں کے بعد بیوی دق میں مبتلا ہو گئی اور جب مری تو بابا عمرو کو خدا کا شکر ادا کرتے سنا گیا۔ کہتے ہیں بیوی کو دفنا کر جب وہ گاؤں آیا تو سیدھا مسجد میں جا گھسا۔ شکرانے کے نفل ادا کئے اور ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں دعا کی۔۔۔ میرے اللہ تو بڑا بے پرواہے۔ اس لیے شکایت فضول ہے۔ تو جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ تیری مرضی یہی تھی تو میں کون ہوتا ہوں ناک بھوں چڑھانے والا، شکر ہے تیرا، شکر ہے، شکر ہے۔"(5)

خالقِ کائنات انسان کو جس حال میں رکھے، اس کا شکر ادا کرنا وہ طرزِ عمل ہے جو انسان کے وقار میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک مثالیت پسند انسان ان رویوں کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ معاشرے میں رائج کرنے کا آرزو مند بھی ہوتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے بھی اپنے افسانوں کے ذریعے ان مثالی رویوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا تجزیہ کیا جائے تو انھوں نے آغازِ سفر میں ہی مثالیت کو بہت اہمیت دی۔ افسانہ "بے گناہ" گو کہ فن کے حوالے سے کمزور ہے مگر اس میں جذباتیت، مثالیت کا غلبہ ہے۔ اس افسانے میں رحموں مثالی کردار کے طور پر قاری کو بہت متاثر کرتا ہے۔ وہ جیل جانا تو پسند کر لیتا ہے مگر ذیلداری کی گالی کسی صورت میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ افسانہ "غیرت مند بیٹا" میں بیٹے کو یہ سکھایا گیا ہے کہ ان کا باپ ایک مثالی انسان تھا بھوک سے مر گیا مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ لیکن غربت اتنی بری چیز ہے کہ جب اس کی ماں مرنے لگتی ہے تو ہو حکیم کی غلامی اختیار کرنے کو بھی تیار ہو جاتا ہے کہ اس کی ماں بچ جائے۔ اس افسانے میں قاسمی نے انسان کے آئیڈیلز اور تلخ حقائق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثالیت کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی کا شاہکار انسانہ "کپاس کا پھول" اردو کے افسانوی ادب میں خاص پہچان رکھتا ہے۔ اس افسانے کا مثالی کردار "تاجومائی" انسان دوستی، قربانی کا استعارہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ساری زندگی مشقت کے بعد جب وہ محض اپنے لیے ایک کفن کا اہتمام کر پاتا ہے، تو فسادات کے دوران ایک برہنہ لڑکی "راحتاں" کو دیکھ کر وہ یہی کفن اسے اوڑھا دیتا ہے، یوں انسان دوستی کی بے مثال مثال قائم کرتا ہے:

"کفن پر جگہ جگہ خون کے دھبے نمایاں ہونے لگے۔ نوچی کھسوٹی ہوئی راحتاں کا جسم اپنا کرب کفن کو منتقل کر رہا تھا اور خاک پاک نے اس خون کے لیے جگہ خالی کر دی تھی۔"(6)

جب انسان اپنی عمر بھر کی کمائی کو کسی کا برہنہ جسم ڈھانپنے کے لیے پیش کر دے تو اس طرح کے مثالی رویے کو انسانیت اور تہذیب قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ یہ مثالی رویے دورِ جدید میں مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔

حقیقت پسندی نے زندگی کے مسائل اور اشیاء کو افسانوں کا موضوع بنایا، جبکہ مثالیت نے ایک تصوراتی دنیا کے خواب بُنے۔ احمد ندیم قاسمی کی افسانوی نثر میں بڑی حد تک رومانویت، جذباتیت اور مثالیت کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کے ہاں حقیقت پسندی اور مثالیت کے رجحانات ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔ مثالیت کے تناظر میں قاسمی کا افسانہ "چور" پیش کیا جاسکتا ہے، جس میں ایک بچہ

اپنی ماں کے دیے ہوئے اصولوں کو سینے سے لگائے رہتا ہے۔ ماں نے رحمان کو نصیحت کہ "بیٹا! بھوکے رہ لینا مگر کبھی جھوٹ مت بولنا" اسی تربیت کے تحت رحمان چوری کو بھی گناہ سمجھتا ہے کیوں کہ ماں نے کہا تھا "اگر تم نے کبھی چوری کی تو میں تمھیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی۔"

افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ ایک دن رحمان جب اپنے مالک کا کوڑا پھینکنے جاتا ہے تو اسے اس میں ایک روپیہ ملتا ہے۔ وہ خربوزہ خریدنے کا ارادہ کرتا ہے، لیکن ماں کی نصیحت اس کے ذہن میں گونج اٹھتی ہے۔ آخر کار وہ اپنی خواہش کو قربان کر کے خالی ہاتھ واپس لوٹ آتا ہے:

"وہ سیدھا عبداللہ نیازی کے پاس گیا اور نوٹ کو اس کے سامنے رکھ کر بولا، جی یہ روپیہ توڑے میں چلا گیا تھا۔ ماں کی نصیحت وہ زندگی بھر نہیں بھولتا۔"(7)

رحمان ماں کی نصیحت کو زندگی بھر نہیں بھولتا، ہمیشہ سچ بولتا ہے، ماں کے دیئے ہوئے آئیڈیلز اس کی زندگی کا اثاثہ ہیں۔ قاسمی کا ایک اور افسانہ "سپنوں کے محل" مثالیت کے حوالے سے اہم ہے۔ اس افسانے کے مثالی کردار، پریم چند کے کرداروں کی یاد دلاتے ہیں۔ خواب دیکھنا اور ان سپنوں کو اپنی ذات کے ساتھ جوڑے رکھنا ایک مثالیت پسند انسان کی خاص پہچان ہے۔ احمد ندیم قاسمی ایک انسان دوست اور مثالیت پسند فن کار پہلے تھا جبکہ ترقی پسند تحریک انھیں حقیقت پسندی کے قریب لے آئی۔ اس کے باوجود وہ آخری وقت تک خواب دیکھتا اور دکھاتا رہا۔ سماج میں مثالی اقدار و روایات کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ احمد ندیم قاسمی کا افسانہ "مامتا" ایک لاجواب افسانہ ہے۔ جس میں ماں کی اپنے بیٹے سے محبت کا لاجواب اظہار ہے۔ ماں ایک مثالی ہستی ہوتی ہے جو اپنی اولاد کو کسی صورت تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ وہ بغیر کسی مقصد، لالچ کے محبت کرتی ہے۔ ماں پھر مشرق کی ہو یا مغرب کی ماں، ماں ہی ہوتی ہے۔ ایک پنجاب کا رہنے والا فوجی جب چین میں جا کر مقامی لوگوں کا استحصال کرتا ہے۔ ماں کو جب اس کی ذات میں اپنے بیٹے کی جھلک دکھائی دیتی ہے وہ تڑپ اٹھتی ہے اور یوں گویا ہوتی ہے:

"وہ بولی، میرا بیٹا جلدی میں تھا، میں پکارتی رہی مگر اس نے میری ایک نہ سنی۔ اس کی قمیص میں بھی تمھاری قمیص کی طرح ایک بھی بٹن نہ تھا۔"(8)

"بابا نور" قاسمی کا ایک مشہور افسانہ ہے جو اپنے دامن میں مثالیت کی پرچھائیاں لیے ہوئے ہے۔ والدین کی عظمت کو تولا نہیں جا سکتا۔ بابا نور ایک مثالی باپ، محبت کرنے والی ذات جو کئی سالوں تک ڈاک خانہ صرف اس لیے جاتا ہے کہ اس کے بیٹے کی ڈاک آئی ہوگی۔ بیٹے کا محبت نامہ پہنچ گیا ہوگا، خط آگیا ہوگا اس کے باوجود کہ منشی نے بابا نور کو سرکار کی وہ چٹھی بھی پڑھ کر سنائی تھی کہ اس کا لختِ جگر برما میں بم کے گولے کا شکار ہو گیا تھا مگر بابا کو آج بھی یقین ہے کہ اس کا بیٹا زندہ ہے اور ایک دن اسے خط بھیجے گا۔ والدین، خواہ باپ ہوں یا ماں، مثالی کردار کے حامل ہوتے ہیں اور ان کے رویے مثالیت کی روشن تصویر پیش کرتے ہیں۔ اولاد اگر نافرمان بھی ہو پھر بھی ان کی محبت، الفت میں کمی نہیں آتی۔ وہ ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کا دنیا میں نعم البدل موجود نہیں

ہوتا۔ قاسمی نے ان عظیم رشتوں کی لازوال محبت کو افسانہ "مامتا" اور "بابانور" میں ایک مثالیت پسند انسان کی نظر سے ہمارے سامنے رکھا ہے۔

جس طرح ہر انسان کسی نہ کسی حد تک مثالیت اور حقیقت پسندی کو اپنی ذات کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔ اسی طرح قاسمی کا تخلیق کردہ افسانوی ادب ہو یا ان کی شاعری پر دو حوالوں سے وہ ایک مثالیت پسند اور حقیقت نگار فن کار قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ مثالیت پسندی قدرت کے قریب تر ہے اس کے اہم اصولوں میں اخلاقی اقدار کی ترقی و فروغ ہے۔ انصاف پسندی، عدل و انصاف، محبت و الفت، انسان دوستی، رواداری، دیانتداری وہ مثالی قدریں ہیں جن کو احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں کے ذریعے سماج میں پھیلانے کی سعی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قاسمی نے معاشرتی ظلم و بربریت، ناانصافی، نچلے طبقے کے استحصال کو ایک حقیقت پسند فن کار کی نظر سے دیکھا اور اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ الغرض قاسمی وہ عظیم فن کار ہے جس کے فن میں حقیقت و مثالیت آپس میں بغلگیر نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

1. احمد ندیم قاسمی، سیلاب و گرداب (لاہور: گلوب پبلشرز، 1961ء)، 128۔
2. احمد ندیم قاسمی، چالیس بہترین افسانے (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1978ء)، 368۔
3. احمد ندیم قاسمی، سناٹا۔ گیارہواں ایڈیشن (لاہور: اساطیر پبلشرز، لاہور 1991ء)، 112۔
4. احمد ندیم قاسمی، قاسمی کے بہترین چالیس افسانے، 310۔
5. ایضاً، 548۔
6. احمد ندیم قاسمی، کپاس کا پھول (لاہور: مکتبہ فنون، 1973ء)، 162۔
7. احمد ندیم قاسمی، سناٹا، 183۔
8. ایضاً، 135۔

References in Roman Script

1. Ahmad Nadeem Qasmi, *Sailaab-o-Gardab* (Lahore: Globe Publishers, 1961), 128.
2. Ahmad Nadeem Qasmi, *Chalees Behtareen Afsanay* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003), 368.
3. Ahmad Nadeem Qasmi, *Sanata*_11th edition (Lahore: Asatir Publishers, 1991), 112.
4. Ahmad Nadeem Qasmi, *Chalees Behtareen Afsanay,* 310.
5. Ibid, 548.
6. Ahmad Nadeem Qasmi, *Kapaas ka Phool* (Lahore: Maktaba Funoon, 1973), 162.
7. Ahmad Nadeem Qasmi, *Sanata*, 183.
8. Ibid, 135.